شذرات

دنیا کے ہر معاشرے میں فکری و اجتماعی لحاظ سے تین طبقے ہوتے ہیں۔ ایک قدامت پسند دوسرا انتہا پسند اور تیسرا بیچ کا طبقہ، جسے اعتدال پسند یا میانہ رو طبقہ کہہ سکتے ہیں۔ یہ تو ایک عام قاعدہ ہوا لیکن وہ قوم جو صدیوں کی خوابِ غفلت اور جمود کے بعد بیدار ہوتی ہے اپنے آپ کو دوسری قوموں کے مقابلے میں ہر معاملے میں بہت پیچھے دیکھتی ہے۔ خود بھی وہ کسی نہ کسی ترقی یافتہ قوم کے سیاسی تسلط کے تحت رہ چکی ہوتی ہے، اور اس کی وجہ سے اس کے اندر تہذیبی، ثقافتی اور فکری دراڑیں پڑ چکی ہوتی ہیں، اُس قوم میں اوپر کے تین طبقے ایک تو معین نہیں ہوتے اور دوسرے اُس کے ہاں قدامت پسندی، انتہا پسندی اور اسی طرح اعتدال پسندی کی کوئی شکل واضح نہیں ہوتی، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے اندر خلفشار پھیلتا ہے اور بعض دفعہ خونیں تصادم تک نوبت پہنچتی ہے۔

عرب اقوام کو بحیثیت مجموعی آج اسی صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ گزشتہ مارچ میں سوڈان کے دارالحکومت خرطوم میں تمام عرب ملکوں کے دانشوروں کا ایک اجتماع ہوا تھا، اس میں ظاہر ہے زیادہ تر بائیں بازو ہی کے دانشور شریک ہوئے ہوں گے۔ مگر چند ایک دانشور اعتدال پسند اور میانہ رو بھی تھے۔ بہرحال قدامت پسند یا راسخ العقیدہ گروہ کی اس میں بالکل نمائندگی نہ تھی۔

المعارف کے اِس شمارہ میں خرطوم کے اس اجتماع کی رپورٹ کا جو چھ سو صفحوں پر مشتمل ہے، خلاصہ دیا جا رہا ہے۔ جہاں تک انتہا پسند اور بائیں بازو کے دانشوروں کا تعلق ہے اُن کے خیالات تو عام ہی ہیں۔ ہم قدرے اعتدال پسند نقطہ نظر کی طرف جس کا اِس اجتماع میں اظہار ہوا، یہاں اشارہ کرتے ہیں۔

سوڈان کے ڈاکٹر منصور خالد نے کہا کہ ایک فکر فعال تب ہی ہو سکتا ہے اگر وہ اپنے سماج کی تاریخ اور اس کی روحانی جڑوں سے سیراب ہوتا ہے نیز یہ کہ وہ عرب ملک جو قومی ضرورتوں اور مذہبی روایات میں ربط و ارتباط پیدا کر سکے ہیں، وہ دوسروں سے اچھے رہے۔

یہ ہے صحیح معنوں میں میانہ روی اور اعتدال۔ ایک اور مقرر نے کہا کہ دینِ عربی انسان کو کمالِ انسانیت کے اعلیٰ درجات تک لے جانے کا ایک منہج ہے۔ ہمیں اس عقیدے پر معاشرے کی بنیاد رکھنا ہے۔